طلبائے شعبہ اسلامیات، مانو کی سرگرمیوں کا آئینہ دار

اسلامی مطالعات

ISLAMI MUTALA'AT

جلد(1) شمارہ(2) صفحات: 4 شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد اگست وستمبر 2016ء ذی القعدہ وذی الحجہ ۱۴۳۷ھ

زیر سرپرستی : ڈاکٹر محمد فہیم اختر
زیر نگرانی : مولانا محمد سراج الدین
مجلس مشاورت : ڈاکٹر محمد عرفان احمد
محترمہ سیدہ آمنہ، محترمہ ذیشان سارہ

مدیر : صالح امین
مجلس ادارت : سید عبدالرشید، محمد عامر
مجلس انتظامی : طفیل احمد، محمد خالد، صلاح الدین

حرفِ آغاز

بہت ہی خوشی ومسرت ہے کہ ہم دیواری پرچے ''اسلامی مطالعات'' کا دوسرا شمارہ پیش کررہے ہیں، اس پر ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں اس کا آغاز اپریل 2015 میں ہوا تھا، درمیان میں کسی وجہ سے کچھ وقفہ رہا؛ لیکن اب نئے عزم وجوش اور ارادوں کے ساتھ اس کا آغاز کیا جارہا ہے، اور ساتھ ہی یہ طے کیا گیا ہے کہ یہ دیواری پرچہ اب ہر دو ماہ پر پابندی کے ساتھ شائع ہوتا رہے گا۔ اس کے لئے باقاعدہ ٹیم بنائی گئی ہے اور طویل منصوبہ بندی بھی کر لی گئی ہے طلبہ کے اندر بھی جوش وخروش پایا جارہا ہے، مضامین بھی کافی آرہے ہیں، امید کی جاتی ہے کہ اب یہ پرچہ پابندی کے ساتھ شائع ہوتا رہے گا۔

یہ پرچہ طلبہ شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے لئے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا ایک اچھا پلیٹ فارم ہے۔ اس میں طلبہ کے ہی مضامین ہر شمارے میں شائع ہوں گے۔ ابھی بھی بہت سے طلبہ نے مضامین دیئے ہیں جو مختلف النوع موضوعات سے متعلق ہیں۔ اس میں ریسرچ کے طلبہ کے ساتھ ساتھ ایم اے کے طلبہ نے بھی خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور ان میں جوش وولولہ پایا جاتا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ یہ پلیٹ فارم ان کے لئے ایک اچھا موقع ہے کہ وہ اپنے خیالات کا اور اپنی قلمی صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں اور دوسروں کے لئے قیمتی معلومات فراہم کریں۔

اس شمارے میں چار کالم رکھے گئے ہیں۔ پہلا کالم 'علمی مقالات' کا ہے، اس میں مختلف النوع موضوعات کے مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ دوسرا کالم 'ہماری دانش گاہیں' کے عنوان سے ہے، اس میں ہندوستانی یونیورسٹیز میں قائم سلامک اسٹڈیز کے چند شعبوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے؛ اِس پرچے کے پہلے شمارے میں ایسے ہی چند شعبوں کا تعارف پیش کیا جاچکا ہے، اب اِس شمارے میں بعض دیگر اداروں کا تعارف شامل کیا گیا ہے۔ تیسرے کالم 'نئی روشنی' کے تحت ایک اہم کتاب کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ آخری کالم 'شعبہ کی خبروں' سے متعلق ہے، اس میں شعبہ کی سرگرمیوں اور طلبہ کی حصولیابیوں کی خبر دی گئی ہے۔

ان مضامین اور معلومات کے ساتھ یہ نیا شمارہ آپ کی خدمت میں پیش ہے، اس کو بہتر بنانے کی اپنی سی کوشش کی گئی ہے اور صوری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔ ہماری کوشش کہاں تک کامیاب ہوئی اس کا فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ بہرحال آئندہ اس پرچے کو اور بھی بہتر اور معیاری بنانے کی کوشش کی جائے گی، اس کے لئے ہمیں آپ قارئین کی آراء کا انتظار رہے گا۔ اس موقع پر ہم اپنے ان تمام رفقاء کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اس شمارے کی تیاری میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے قیمتی مضامین کے ذریعہ ہمارا تعاون کیا۔ جزاھم اللہ خیرا

صالح امین

علمی مقالات

ہندوستان میں اسلام کے اولین نقوش

ابو الکلام، ایم اے، سال دوم

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اپنے ابتدائی دور ہی میں ہوگئی تھی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ سرزمین ہند کا رشتہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ اس زمین پر اولین پیغمبر اور پہلے انسان حضرت آدمؑ کی آمد قدیم ہے۔ چنانچہ علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب عرب وہند کے تعلقات میں ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ ہندوستان کی جس سرزمین پر اترے اس کا نام ''دجناء'' ہے۔ لہٰذا کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ''دجناء'' ہندی کا ''دکھنا'' ہے یا ''دکھن'' ہے جو ہندوستان کے جنوبی حصہ کا مشہور نام ہے؟ اور چونکہ عرب ملک میں متعدد قسم کی خوشبوئیں اور مسالے اسی جنوبی ہند سے جاتے تھے اور پھر عربوں کے ذریعہ وہ تمام دنیا میں پھیلتے تھے؛ اس لئے ان کے یہاں یہ چیزیں ان تحفوں کی یادگاریں ہیں جو حضرت آدمؑ اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے۔ ان تحفوں میں سے چھوہارے کے سوا دو پھل یعنی لیموں اور کیلے ہندوستان ہی میں موجود ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ امرود بھی جنت ہی کا میوہ تھا جو ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔

علامہ نے میر آزاد بلگرامی کی کتاب ''سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان'' کے حوالہ سے لکھا ہے: ''جب آدم سب سے پہلے ہندوستان میں اترے اور یہاں ان پر وحی آئی تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہی وہ ملک ہے جہاں خدا کی پہلی وحی نازل ہوئی اور چونکہ نور محمدی ﷺ حضرت آدمؑ کی پیشانی میں امانت تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ کا ابتدائی ظہور اسی سرزمین میں ہوا، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے۔ اگر تاریخی نظر سے دیکھیں تو حقیقت یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں سندھ کی فتح سے بھی کافی پہلے ہندوستان سے مسلمانوں کے علمی، مذہبی اور تجارتی تعلقات تھے، اور خاص طور پر عربوں کے تجارتی تعلقات تو اسلام کے بھی صدیوں پہلے سے چلے آرہے تھے اور یہی وہ پہلا رشتہ ہے جس نے دونوں قوموں کو باہم آشنا کیا؛ چونکہ عرب ایک تجارت پیشہ اور جہاز راں قوم تھے اور دریا کے کنارے ہونے کی وجہ سے فطرتاً تجارتی تھے؛ اس لئے ان کو ہمیشہ نئے نئے ملکوں میں تجارتی غرض سے جانا پڑتا تھا؛ چنانچہ ابتداء میں ہند میں عرب تاجر کی حیثیت سے آئے؛ اس لئے اس زمانے میں ان کا تعلق ان ہی علاقوں سے ہوا جہاں بندرگاہیں تھیں۔ اس زمانہ میں سب سے زیادہ بندرگاہیں جنوبی ہند میں اس کے بعد سندھ، گجرات اور بلوچستان میں تھیں، مثلاً موجودہ دور میں مدراس میں کولم، ملیبار، راس کماری، گجرات میں تھانہ، کھمبائت، سوبارہ، چیمور، سندھ میں دیبل، بلوچستان میں تیز وغیر، جزائر میں سراندیپ اور مالدیپ، اس لئے ابتداء میں عرب انہی علاقوں میں آباد ہوئے اور ہندوستان میں مسلمانوں کے قیام حکومت سے صدیوں پہلے وہ ان علاقوں میں آباد ہوچکے تھے۔

عرب تاجر ہزاروں برس پہلے ہندوستان کے ان ساحلی علاقوں تک آتے تھے اور یہاں کے بیوپار اور پیداوار کو مصر، شام کے ذریعہ یورپ تک پہنچاتے تھے اور وہاں کے سامان کو ہندوستان، جزائر ہند، چین اور جاپان تک لے جاتے تھے۔ اب جب اسلام آیا تو یہی تاجر اب خالی ہاتھ نہیں بلکہ اسلام کے ساتھ آئے۔ اب دھیرے دھیرے آبادیاں بڑھنے لگی تھیں: چنانچہ مؤرخ مسعودی کے مطابق چیمور کے علاقے میں ان کی آبادی دس ہزار تک پہنچی ہوئی تھی، اب ان کی مسجدیں تھیں، ہندوؤں سے ان کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے، ان کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر ہندو راجاؤں نے ان کا احترام کیا اور ان کو باعث برکت سمجھا اور بعض حکومتوں میں ان کو خاص حقوق ومراعات حاصل ہوئے۔

چنانچہ جہاں جہاں ان کی آبادی زیادہ تھی وہاں ان کا الگ نظام قضاء تھا، ان کے معاملات ومقدمات کے فیصلے کے لئے ہندو راجہ کی جانب سے مسلمان قاضی یا حاکم مقرر تھے جو ہنرمند کہلاتے تھے، ہندو راجاؤں کے بیشتر وزیر مسلمان تھے، بعض راجاؤں نے جن کو حق کی تلاش تھی اسلام کے متعلق تحقیقات کیلئے اپنے سفیر عرب بھیجے اور مسلمان بزرگوں کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے، پھر ان کے اثر سے ان کی رعایا میں بھی اسلام کی اشاعت ہوئی۔

☆☆☆

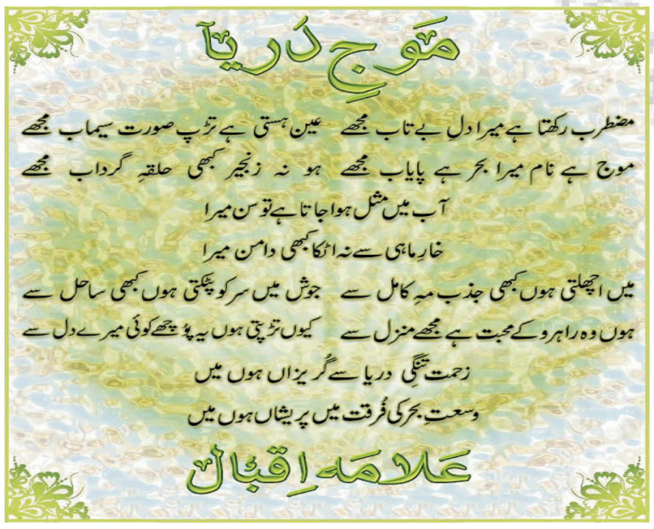

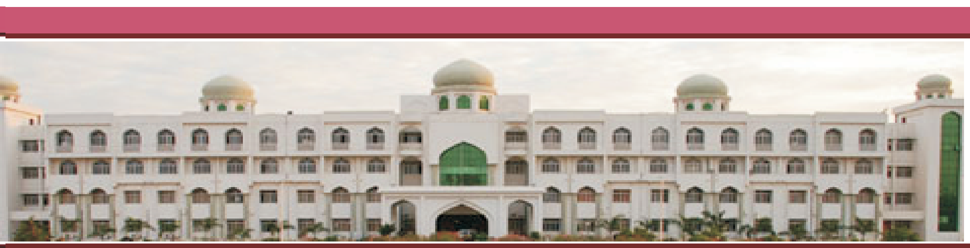

علمی مقالہ

غزل گو شاعر کلیم عاجز

امانت علی، ایم فل

انسانیت وشرافت کی منھ بولتی تصویر، دردو غم کی اتاہ گہرائی میں ڈوب کرعزم وحوصلہ کے ساتھ لوگوں کو چراغ دکھانے والا، دل کا رشتہ غم سے جوڑ کر ہمیشہ دردوغم میں رہنے والا اور اسی غم کو غزل کے سانچے میں ڈھال کرلوگوں کی تسکین فراہم کرنے والا، آسمان علم وادب کا مہرتاباں، غزل کی دنیا میں اپنے منفرد اسلوب کے چراغ روشن کرنے والا، تواضع وعاجزی جس کی رگ جاں میں پیوست، گمنامی کوشہرت پر ترجیح دینا جس کی عادت، شرافت وسادگی، نرم خوئی اورنرم گوئی جس کی فطرت۔ جس نے ایک عہد تک شاعری کی دنیا پر حکمرانی کی، جس کی غزلوں کی شہرت ہندوستان ہی نہیں دنیا کے کونے کونے میں ہے یعنی ڈاکٹر کلیم عاجز۔

کلیم عاجزؔ نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک کاروانِ ادب کی سالاری کی ہے، اور تہذیب وثقافت کے دئے کو روشن رکھا ہے، وہ ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱۵ء میں ان کی وفات ہوئی، یعنی پانچ سال کم پوری صدی پر ان کی زندگی محیط ہے، ان کے اشعار کا پہلا مجموعہ ''وہ جو شاعری کا سبب ہوا'' شائع ہوا تو شاعری کی دنیا میں دھوم سی مچ گئی، حقیقت یہ ہے کہ باستثنائے چند کسی مجموعہ کلام کو اتنی شہرت آج تک نہیں ملی جتنی شہرت ''وہ جو شاعری کا سبب ہوا'' کو ملی۔ کلیم عاجزؔ عصر حاضر کے ایسے فردِ فرید تھے جنہوں نے شاعری کے ذریعہ اپنی شخصیت کو آفاقی اور بین الاقوامی بنالیا تھا، وہ دورِ جدید کے پہلے شاعر تھے جنہیں میرؔ کا انداز نصیب ہوا تھا، ان کی غزلوں کے تیور نہ صرف میرؔ کی بہترین غزلوں کی یاد دلاتے ہیں بلکہ اس سوز وگداز سے بھی روشناس کراتے ہیں جو میرؔ کا خاصہ تھا۔ کلیم عاجزؔ اپنی شاعری کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''میں جس طرح جن الفاظ میں سوچتا ہوں انہی الفاظ میں باتیں کرتا ہوں اور جن الفاظ میں باتیں کرتا ہوں انہی لفظوں میں شعر کہتا ہوں، فرق صرف ترتیب وترکیب کا ہوتا ہے، اور اس ترتیب وترکیب کو میں نے کتابوں سے حاصل نہیں کیا ہے، یہ میرا اپنا ہے، اور کسی کے مشورے سے بھی نہیں اپنایا گیا ہے، یہ میرؔ کی پیروی نہیں ہے، میں پیروی کسی کی نہیں کرتا، اگر پیروی میرے مزاج میں ہوتی تو میں بآسانی غالب کی پیروی کرسکتا ہوں، لیکن اتباع میری خمیر فطرت کے خلاف ہے، میرؔ سے کسی قدر مشابہت فن سے نہیں زندگی سے آئی ہے، جس کا شعوری احساس بہت بعد میں مجھے ہوا''۔

اس قدر سوز کہاں اور کسی ساز میں ہے
کون یہ نغمہ سرا میرؔ کے انداز میں ہے

میری کلیم عاجزؔ سے پہلی ملاقات دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، میری لاشعوریت کے دن تھے، لیکن باشعوروں کی بھیڑ دیکھ کر ان کی قدروقیمت کا شعور بیدار ہوا، اسٹیج پر ایسے حضراتِ اساتذہ بھی موجود تھے، جنہیں اس سے پہلے کبھی کسی اسٹیج پر نہیں دیکھا گیا تھا، پھراُن کے تأثرات نے میرے لئے کلیم عاجز کو اور پرکشش بنادیا، لیکن جب سنا تب تو کلیم عاجزؔ اس وقت تک میرے دل میں مکمل گھر کر چکے تھے، مجمع اتنی خاموشی سے ان کو سن رہا تھا جیسے کوئی ہزاروں کی بھیڑ نہیں بلکہ بند کمرے میں کوئی گنگنانے والا اپنی مترنم آواز میں نغمہ سرائی کررہا ہو، اس کے بعد دوسری ملاقات پٹنہ میں ان کے اشیانے پر ہوئی، کلیم عاجزؔ عالمی شہرت کے حامل تھے، اور پٹنہ بی این کالج میں صدر شعبۂ اردو بھی، لیکن ان کے گھر اور کمرہ کو دیکھ کر کوئی نہیں محسوس کرسکتا تھا کہ یہ اتنے بڑے شاعر اور اتنی اونچی ڈگری اور منصب کے حامل شخص کا گھر ہے، ان کے مکان، لباس، رکھ رکھاؤ، چال وچلن، گفتار، ہر چیز سے تواضع وانکساری، سادگی اور بے نفسی نمایاں تھی، ہاں وضع، شرافت، مروت، اخلاق کی بلندی، اور گفتگو کی نرم گفتاری کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

کلیم عاجزؔ کے ساتھ ایک المناک حادثہ پیش آیا، یہ حادثہ کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا، بلکہ ایک ایسا دردناک واقعہ ہے جس نے کلیم عاجزؔ کی دنیا اجاڑ کر پوری زندگی کے لئے ان کو غم دے دیا، ۱۹۴۶ء میں ہندوپاک کی تقسیم کے وقت پورا ہندوستان جل رہا تھا، اسی میں کلیم عاجزؔ کا گاؤں تیلہاڑہ بھی تھا، جس میں بلوائیوں نے پوری بستی کو خاک وخون میں لت پت کردیا، اس فساد میں عین عیدِ قرباں کے دن ان کی ماں اور بہن سمیت خاندان کے (۲۲) افراد اور گاؤں کے تقریبا (۸۰۰) افراد وحشی درندوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے، مردوں نے فسادیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کی تو عورتوں نے اپنی عزت وناموس کی حفاظت کی خاطر کنویں میں کود کر اپنی عزت کی حفاظت کی، اس حادثے نے کلیم عاجزؔ کو بہت زیادہ متأثر کیا اور اسی غم نے کلیم عاجزؔ کو شاعر بنادیا، جس کے ذریعہ انہوں نے اپنے احساسات وجذبات کو غموں کا گلدستہ بنا کر پیش کیا، کلیم عاجزؔ ''وہ جو شاعری کا سبب ہوا'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''ان آنسوؤں میں جو لذت مجھے مل رہی ہے، یہ میری زندگی، یہی میری جان، یہی میرا فن ہے، اسی کی رعنائی اور تازگی ہے- اس کی لذت، اس کی قیمت میں ہی جانتا ہوں''۔

اس حادثہ میں گویا کلیم عاجزؔ کا سب کچھ لٹ گیا تھا، جس کے غم میں کلیم عاجزؔ ایک مدت تک نمناک رہے، کلیم عاجزؔ کہتے ہیں:

زمانہ صبر کرلیتا ہے عاجز ہم بھی کرلیں گے
خلش دل کی مٹا لینے کو دو آنسو بہانے دو

غرضیکہ کلیم عاجزؔ کو صبر تو ہوگیا؛ لیکن غم اور دردوالم کا دامن کلیم عاجزؔ سے کبھی نہیں چھوٹا، انہوں نے غم کو ہی غزل کے پیرایہ میں ڈھال کر لوگوں کی تسکین کا سامان فراہم کیا، غم کا موضوع اردو شاعری کے لئے نیا نہیں ہے، لیکن عام طور پر شاعری میں روایتی اور مصنوعی غم پایا جاتا ہے، کلیم عاجزؔ کا معاملہ کچھ مختلف ہے، غم کا تصور ان کے یہاں حقیقت ہے، غم ان کی سرگذشت ہے، اور اسی غم کے سانچے میں ڈھلی ہوئی غزلوں میں کلیم عاجز کی پوری تصویر دکھائی دیتی ہے، ان کی غزلیں دکھ بھروں کی حکایتیں اور دل جلوں کی کہانیاں سناتی ہیں۔

جہاں غم ملا اٹھایا پھر اسے غزل میں ڈھالا
یہی دردِ سر خریدا یہی روگ ہم نے پالا

غزلیں کب کہتا ہوں یارو، غم کو لوریاں دیتا ہوں
کچھ رات گئے سو جاتا ہوں جب غم کو نیند آجاتی ہے

وہی سمجھتے ہیں مجھ کو جو مجھ کو سنتے ہیں
میری غزل میں میری زندگی مجسم ہے

کلیم عاجزؔ کی غزل کو بے پناہ مقبولیت ملی ہے، ان کا کمال یہ ہے کہ جو کوئی ان غزلوں کو پڑھتا ہے خود ان کو اپنی آپ بیتی معلوم ہوتی ہے، ان کی غزلیں فرضی اور تخیلاتی موضوعات سے ہٹ کر حقیقت پر مبنی ہوتی ہیں۔ کلیم عاجزؔ اس عہد کے ایسے غزل گو شاعر تھے جن کی غزلیہ شاعری ادب کی زندہ وتابندہ روایتوں اور اس کی تہذیبی قدروں سے آج بھی مکمل طور پر جڑی ہوتی ہے، غزل اردو شاعری کی آبرو ہے؛ لیکن کلیم عاجزؔ نے غزل کی آبرو رکھی ہے، ان کی غزلوں میں فکری بغاوت یا ذہنی بے راہ روی نہیں ملتی؛ بلکہ ایک قسم کا انضباط اور رکھ رکھاؤ پایا جاتا ہے، کلیم عاجزؔ صاحبِ دل شاعر تھے، اور حالات سے غمگین بھی، اس لئے ان کی غزلوں میں اہلِ دل کے لئے بہت بڑا ذخیرہ اور سرمایہ ہے۔

تجھے سنگ دل یہ پتہ ہے کیا کہ دکھے دلوں کی صدا ہے کیا
کبھی چوٹ تو نے بھی کھائی ہے کبھی تیرا دل بھی دکھا ہے کیا

کلیم عاجزؔ ایک بڑے فنکار تھے، اردو ادب میں ان کا بڑا مقام تھا، لیکن ان کی طبیعت میں سادگی تھی، شہرت سے شاید ان کو نفرت تھی، یہی وجہ تھی کہ مشاعروں میں شرکت سے گریزاں رہتے تھے، اپنا کلام رسالوں میں شائع کرنے کے لئے بھی نہیں بھیجتے تھے، وہ جو شاعری کا سبب ہوا، بہت سے قدردانوں کی منت وسماجت کے بعد شائع ہوئی، ان کی طبیعت تصنع اور تکلف سے عاری تھی، لیکن اس کے باوجود کلیم عاجزؔ کا کلام باوزن اور فنکار شعراء کی نگاہ میں جگہ بنانے میں کامیاب ہوگیا، شاید یہ ان کا خلوص تھا جس نے ان کے نہ چاہنے کے باوجود ان کو اور ان کے کلام کو شہرت کے افق پر پہنچادیا، فراقؔ گورکھپوری لکھتے ہیں:

''اتنی ڈھلی ہوئی زبان یہ گھلاوٹ، لب ولہجہ کا یہ جادو جو صرف انتہائی خلوص سے پیدا ہوسکتا ہے، اس سے پہلے مجھے کبھی اس موجودہ صدی میں دیکھنے یا سننے کو نہیں ملا تھا، میں ان کا کلام سن کر خود اپنا کلام بھول گیا''۔

کلیم عاجزؔ نہ صرف غزل گو شاعر تھے، بلکہ اردو کے بہترین انشاء پرداز ادیب تھے، ان کے نثری کلام تسلسل وروانی اور حلاوت چاشنی سے بھرپور ہیں، ان کے مجموعہ کلام کی طرح ان کی ادبی کتابوں اور نثری مرثیوں نے بھی خوب شہرت حاصل کی ہے، جس طرح انہوں نے اپنی غزلوں میں اپنی زندگی کی نوحہ خوانی کی ہے اسی طرح اپنی نثری کتابوں میں بھی زیادہ تر اپنی آپ بیتی لکھی ہے، ''جہاں خوشبو ہی خوشبو تھی'' اور ''ابھی سن لو مجھ سے'' یہ دونوں ان کی آپ بیتی پر مشتمل ہے، یہاں سے کعبہ، کعبہ سے مدینہ، (سفر نامہ حج) دیوان دو (مجموعہ خطوط) پہلو نہ دکھے گا (ان کی بھانجی نے ان کے نام کلیم عاجزؔ کے تمام خطوط کو یکجا کردیا ہے اور وہ خدابخش لائبریری سے شائع ہوئی ہے) دفتر گم گشتہ (پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جس میں بہار کی گمنام شخصیات اور ان کے ادبی کارناموں کو زندہ کیا گیا ہے) ایک دیس ایک بدیسی (سفر نامہ امریکہ) میری زبان میرا قلم (مجموعہ مضامین دو جلد) مجلس ادب (شعری نشستوں کی روداد) کوچۂ جان جاناں (نظموں اور نعتوں کا مجموعہ) پھر ایسا نظارہ نہیں ہوگا (مجموعہ کلام) ان کے علاوہ نظم ونثر پر مشتمل ایک درجن سے زائد کتابیں اردو ادب کے شائقین کے لئے آنکھوں کے سرمہ سے کم حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔

☆☆☆

غزل

الگ مقام ہیں دونوں کے امتحاں کے لئے
خرد کہاں کے لئے ہے جنوں کہاں کے لئے
جناب عشق ہی کرتے ہیں جو بھی کرتے ہیں
ہمارا نام تو ہے زیب داستاں کے لئے
غزل میں آئے گی کیا دلکشی کہ میرے بعد
سوائے غم کوئی پہلو نہیں بیاں کے لئے
چمن کو دیکھ کے اکثر یہ سوچتا ہوں میں
دعا بہار کی مانگی تھی یا خزاں کے لئے
میں جل رہا ہوں یوں ہی جلتے رہنے دو مجھ کو
چراغ راہ بتاتا ہے کارواں کے لئے
ہمارے دل کی کہانی طویل ہے عاجزؔ
ایک عمر چاہئے تکمیلِ داستاں کے لئے

کلیم عاجزؔ

علمی مقالہ

ابن جریر طبری اور ان کی تفسیری خدمات

صلاح الدین، ایم اے، سال اول

ابن جریر طبری کا پورا نام محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب اور کنیت ابوجعفر ہے۔ آپ کی پیدائش طبرستان کے علاقہ آمل میں خلیفۂ عباسی المعتصم باللہ کے عہد خلافت میں 422ھ/838 عیسوی میں ہوئی۔ آمل طبرستان سے تعلق تھا اس لئے آملی اور طبری سے مشہور ہوئے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ بارہ سال کی عمر میں طلب علم کے لیے گھر سے نکل گئے۔ مختلف شہروں کی خاک چھانی، مصر وشام اور عراق کا سفر کیا اور اس عہد کے کبار علماء سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ آخر میں بغداد کے ہوکر رہ گئے حتی کہ بغداد ہی میں عباسی خلیفہ المقتدر باللہ کے عہد خلافت میں بروز پیر 27رشوال 310ھ / 17رفروری 923 عیسوی کو 86 سال کی عمر میں وفات پائی (تاریخ تفسیر مفسرین: ص:190) ''آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے''۔

امام طبری کا علمی مقام:

ابن جریر طبری علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے، آپ کے معاصرین میں کوئی شخص آپ کا ہمسر نہ تھا۔ آپ قرآن کریم کے حافظ و مفسر، احکام قرآن کے ماہر، عظیم محدث، صحیح وسقیم اور ناسخ ومنسوخ سے آگاہ، صحابہ اور تابعین کے اقوال وآثار سے آشنا، مسائل حلال وحرام سے واقف اور تاریخی اخبار و واقعات کے زبردست عالم تھے۔ ابن خلکان فرماتے ہیں: ''ابن جریر مجتہدین میں سے تھے کسی کی تقلید نہ کرتے تھے، ان کا ایک معروف مسلک تھا، ان کے معتقدین کو ''جریریہ'' کہا جاتا تھا، مگر یہ مسلک دیگر فقہاء کے مسالک کی طرح عصر حاضر تک زندہ نہ رہ سکا۔ درجۂ اجتہاد پر فائز ہونے سے قبل وہ شافعی المسلک تھے''۔

تفسیر طبری علماء کی نظر میں:

آپ نے مختلف علوم وفنون پر متعدد مفید کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے دو عظیم تصنیف: تفسیر القرآن اور تاریخ الامم والملوک کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ تفسیر طبری کا شمار مشہور ترین کتب تفسیر میں ہوتا ہے۔ امام سیوطی اس تفسیر کے تعلق سے ارقام فرماتے ہیں کہ ''اس امر پر پوری امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ تفسیر طبری جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔ (الاتقان ج: 476/2)'' شیخ الاسلام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں ''لوگوں میں جو کتب تفسیر متداول ہیں تفسیر طبری ان سب سے صحیح تر ہے اس میں علماء سلف کے اقوال صحیح سند کے ساتھ مذکور ہیں۔ (فتاوی ابن تیمیہ:192/2)

ابو حامد اسفرائینی کا قول ہے کہ ''اگر کوئی شخص تفسیر طبری حاصل کرنے کے لیے چین کا سفر اختیار کرے تو یہ کچھ زیادہ نہیں'' (معجم الادباء:42/18) ان سب کے علاوہ علامہ ذہبی، امام نووی، ابن سبکی اور ابن خزیمہ جیسے ناقدین نے بھی تفسیر ابن جریر کے علمی تفوق اور برتری کو تسلیم کیا ہے۔ یہ بات بجا طور پر کہی جاسکتی ہے کہ تفسیر طبری کو باقی کتب تفسیر پر دونوں قسم کا شرف تقدّم حاصل ہے زمانی سبقت اور تقدم بھی اور فنی تفوق و برتری بھی۔ سبقت زمانی اس لیے کہ یہ اوّلین تفسیر ہے جو ہم تک پہنچی۔ اس سے قبل کی تفسیری کتابیں گردش ایام کی نذر ہوگئیں اور فنی برتری کا مدار وانحصار مؤلف کے اسلوب نگارش پر ہے۔

ابن جریر کا اسلوب:

ابن جریر کا اسلوب یہ ہے کہ جب کسی آیت کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں کہ تو کہتے ہیں کہ ''القول فی تاویل قولہ تعالیٰ کذا وکذا'' پھر آیت کی تفسیر کرتے ہیں اور اس کی تائید میں اپنی سند کے ساتھ صحابہ اور تابعین کے اقوال و آثار روایت کرتے ہیں۔ اور صرف تفسیری اقوال کے نقل پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کی توجیہ وترجیح کے ساتھ ساتھ بوقت ضرورت نحوی بحث بھی کرتے ہیں۔ اگر آیت سے کوئی مسئلہ مستنبط ہوتا ہو تو ابن جریر استنباط بھی کرتے ہیں۔

تفسیر طبری کی اہم خصوصیات:

1- جن آزاد خیال مفسرین نے اقوال صحابہ اور تابعین سے آنکھیں موند کر محض عقل ورائے کی بنیاد پر قرآن کریم کی تفسیر کرنے کی غلطی کی ہے ابن جریر نے ایسے مفسرین کی پُر زور تنقید اور تردید کی ہے۔

2- مختلف قراءتوں کے ذکر کا اہتمام کیا۔ انکے معانی ومطالب پر روشنی ڈالی اور جو قرأت معتبر ائمہ سے منقول نہیں یا اس کے اختیار کرنے سے کتاب اللہ کا مفہوم بدلتا ہو ایسی قرأت کی تردید کی ہے۔

3- لایعنی اور بے فائدہ باتوں کی بحث سے احتراز کیا ہے۔ مثلاً: حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے کتنے درہم میں فروخت کیا تھا وغیرہ۔

4- بوقت ضرورت نحوی وصرفی مسائل کا ذکر اور لغت عرب اور جاہلی اشعار سے بھی استشہاد کیا ہے۔

5- فقہاء کے مذاہب کا تذکرہ اور پھر اپنی فقہی رائے اور اس کی تائید میں علمی دلائل پیش کی ہے۔

6- اکثر آیات کی تفسیر کرتے ہوئے علم الکلام کے بعض گوشوں پر اس انداز سے روشنی ڈالی ہے جس سے ان کے اس فن میں مہارت تامہ کا پتہ چلتا ہے۔ (تاریخ تفسیر ومفسرین مخلصاً: ص:195-205)

خلاصہ یہ کہ یہ عظیم کتاب جسے طبری نے سات سالوں میں اپنے تلامذہ کو املاء کرائی تھی۔ تفسیر بالماثور پر مشتمل کتابوں میں نہایت مرکزی حیثیت کی حامل ہے۔ بلکہ یہ نقلی تفسیر کا اوّلین ماخذ ہے۔ اور یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو کتب تفسیر میں سے کسی کتاب کو بھی حاصل نہیں۔

☆☆☆

نئی روشنی

تبصرہ برائے کتاب

The State of Islamic Studies in American Universities

محمد عامر مجیبی، ایم فل

نام کتاب: The State of Islamic Studies in American Universities

تالیف واشاعت: The International Institute of Islamic Thought (IIIT), Americ a

صفحات: 197

سن طباعت: 2009

زیر تبصرہ کتاب امریکی یونیورسٹیز میں علوم اسلامیہ کی ابتدائی تاریخ، صورت حال اور رجحانات پر ایک عمدہ دستاویز ہے۔ اس کتاب کو ''دی انٹرنیشنل انسٹیوٹ آف اسلامک ٹھاوٹ، امریکہ'' (IIIT) نے شائع کیا ہے۔ جیسا کہ کتاب کے تعارف سے پتا چلتا ہے کہ ''امریکی جامعات میں علوم اسلامیہ کو بطور مضمون پڑھانے کی بنیادی وجہ وہ تاریخی اور سماجی حالات وواقعات ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے سماج اور مذہب کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوئے، مثال کے طور پر ہم کہ سکتے ہیں کہ ریپلک کا قیام، امریکہ اور مسلم ممالک کے درمیان سفارتی اور معاشرتی تعلقات، گزشتہ ڈیڑھ صدی میں ہزاروں مسلمانوں کی ہجرت، بڑی تعداد میں امریکیوں کا قبول اسلام، امریکہ کا تیل کے خزانوں میں غیر معمولی دلچسپی، مسلمانوں کا امریکی سماج سے میل ملاپ وغیرہ، وہ عوامل تھے جو اعلیٰ علمی سطح پر علوم اسلامیہ کو باضابطہ مضمون کی شکل میں پڑھانے کے لئے محرک ثابت ہوئے۔ 9/11 کے حادثہ نے اس پر مزید اضافہ کردیا اور اسلام کو سمجھنے اور پڑھنے کے مزید امکانات پیدا کردیئے۔

اس کتاب میں کل بارہ مضامین ہیں، جن کو لکھنے والے امریکی اداروں میں علوم اسلامیہ کے ممتاز اساتذہ ہیں۔ یہاں اختصار کے پیش نظر چند اہم مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ پہلا مضمون پروفیسر سید حسین نصر کا ہے جس کا عنوان ہے: ''امریکہ میں علوم اسلامیہ کا آغاز وارتقاء: نظریات اور اداروں کا تاریخی جائزہ''۔ اس مضمون میں ان تاریخی واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو امریکہ میں علوم اسلامیہ کے آغاز کے عوامل ثابت ہوئے۔ مضمون نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خود امریکہ میں امریکی مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد ہوگئی ہے کہ اس کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا؛ یعنی علوم اسلامیہ کو پڑھنا اور سمجھنا اب امریکی سماج کا حصہ ہوگیا ہے۔ حسین نصر آگے لکھتے ہیں کہ علوم اسلامیہ پر صرف عیسائی مشنریوں اور یہودیوں ہی نے نہیں لکھا بلکہ مغرب میں رہ کر عرب عیسائیوں نے بھی اپنی خدمات انجام دی ہیں اور انہوں نے فلپ کے حتی کا حوالہ دیا ہے۔

دوسرا اہم مضمون ''علوم اسلامیہ کے تئیں مغرب کے بدلتے رجحانات'' ہے۔ اس کے قلم کار پروفیسر جان وال ہیں۔ اس مضمون میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مختلف ادوار میں اسلام کو سمجھنے کے طریقے میں واضح فرق آیا ہے۔ پہلا دور مغربی استعماریت کا تھا جس میں عیسائی علم کلام کی چھاپ نظر آئی۔ انقلاب فرانس کے بعد اسلام کو سمجھنے کے نظریہ میں واضح فرق آیا ہے، اسی طرح اکیسویں صدی کے اخیر میں افہام وتفہیم کا طریقہ شروع ہوجاتا ہے۔

تیسرا مضمون ''منصوبہ بند جستجو: اسلام کی تلاش میں'' ہے۔ یہ مضمون انور ماجد کا ہے۔ اس میں انہوں نے اس نظریہ پر تنقید کی ہے کہ علوم اسلامیہ کو امریکی سے جدا کر کے نہیں پڑھا جا سکتا ہے۔ اس بات کو مختلف تاریخی ادوار پر روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

سبا محمود کا ایک اہم مضمون بعنوان ''مسلم سماج میں جنس اور اسلام'' ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح موجودہ مسلم ممالک میں اسلام کے حوالے سے جنس پر بحث کا آغاز ہوا اور اس کا اثر خواتین پر کیا پڑا۔

پروفیسر ممتاز احمد کا مضمون ''امریکہ میں اسلامک اسٹڈیز: بحث ومباحثہ'' بھی اہم ہے۔ یہ ایک طرح کی علمی رپورٹ ہے، جس میں علوم اسلامیہ سے متعلق پروفیسران نے شرکت کی اور مختلف اسلامی موضوعات پر تبادلۂ خیال کیا۔

ایک اہم سروے ہے جس کا عنوان ہے ''امریکن یونیورسٹیز میں تعارف اسلام''۔ اسی طرح ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے ''اسلام کو پڑھانے کے لئے قانونی جواز: قرآن پر تنازعہ، یونیورسٹی آف نارتھ کارولینا کے حوالے سے''۔ پروفیسر کسٹا فراس کے مصنف ہیں۔ مضمون نگار کے مطابق اسلام کو سمجھنے کے لئے قرآن کا مطالعہ بیحد ضروری ہے۔ اس یونیورسٹی میں قرآن کو بحیثیت مستقل مضمون کے پڑھایا جاتا ہے۔

فرید اسحاق کا مضمون ''سرزمین قرآن، شہریت، غیر ملکیت اور حملہ آور'' (قرآن کی کسوٹی میں) اہم اور قابل توجہ ہے۔

مارسیہ ہرمنسن کا مضمون ''امریکی یونیورسٹیز میں صوفی ازم کا علمی مطالعہ'' اور جین اسمتھ کا مقالہ ''تعلیم اسلام: امریکی دینیات کے اداروں میں'' معلومات افزا ہیں۔

اگرچہ اس کتاب میں امریکہ کے علوم اسلامیہ کے نصاب کا جائزہ نہیں لیا گیا ہے، جس کی تشنگی محسوس ہوئی؛ لیکن یہ کتاب امریکہ میں علوم اسلامیہ کی تاریخ، صورت حال اور بدلتے نظریات پر نہایت جامع، مفید اور معلومات افزا ہے۔

☆☆☆

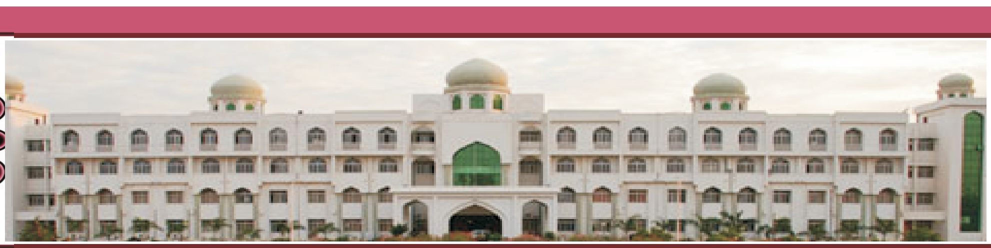

اسلامی مطالعات

کچھ ہمارے بارے میں

شعبہ اسلامک اسٹڈیز کی علمی وثقافتی سرگرمیاں-ایک نظر میں

محمد خالد، ایم اے، سال دوم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد میں شعبۂ اسلامک اسٹڈیز کا قیام 2012ء میں عمل میں آیا، اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے شعبہ نے چار سال کے قلیل ترین عرصہ میں جونمایاں کامیابی اور امتیازی مقام حاصل کیا وہ اس کے روشن مستقبل کی واضح علامت ہے، بہت تیزرفتاری کے ساتھ اس شعبہ نے علمی وثقافتی سرگرمیوں کے لحاظ سے اپنی ایک شناخت بنالی۔ شعبہ سے ایم اے کے تین بیچ فارغ ہوچکے ہیں، اور اب تک چار ہونہار طلبہ NET اور ایک طالب علم نے JRF میں کامیابی حاصل کی ہے، ذیل میں شعبہ کی مختلف سرگرمیوں کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے کورسوں کا تعارف:

شعبہ میں پہلے سے ایم اے کا کورس جاری تھا، گذشتہ سال ایم فل کی سطح پر بھی داخلے ہوئے اور اب سال رواں شعبہ میں پی ایچ ڈی کا بھی آغاز ہوگیا، اس سے شعبہ کی قدر وقیمت میں مزید اضافہ ہوا، نیز ایک نئے جز وقتی کورس ''ڈپلومہ ان اسلامک'' اسٹڈیز کا بھی آغاز کیا گیا ہے۔

توسیعی خطبات:

شعبہ اسلامک اسٹڈیز کی جانب سے موقع بہ موقع ممتاز اسکالرس اور مختلف موضوعات کے ماہرین کو توسیعی خطابات کے لئے مدعو کیا جاتا ہے، ان میں سے چند اہم خطابات درج ذیل ہیں:

☆ شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد کے صدر اور معروف اسکالر پروفیسر اشتیاق دانش 20/مارچ 2016ء کو شعبہ اسلامک اسٹڈیز مانو کی دعوت پر تشریف لائے اور ''مشرق وسطی اور مغرب -جدید دور میں'' کے عنوان سے نہایت بیش قیمت اور معلومات افزا لکچر پیش فرمایا۔

☆ 19/فروری 2016ء کو پروفیسر اقتدار محمد خان (صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی) نے شعبہ کے طلبہ سے ''آزاد ہندوستان میں مسلم تحریکیں'' کے عنوان سے تفصیلی لکچر پیش کیا۔

☆ مورخہ 27/اپریل 2016ء کو ''شخصیت کا ارتقا'' کے عنوان پر جناب عبدالمجید خان (چیرمین تمکین سولیوشن، حیدرآباد) نے محاضرہ پیش کیا۔

☆ جناب سید بشیرالدین عمران (ڈائرکٹر IHEPM) نے ''ملازمت کی مہارتیں'' کے عنوان پر لکچر پیش کیا۔

شعبہ میں مہمانوں کی آمد

☆ شعبہ میں بین مذہبی مذاکرات کے حوالہ سے معروف عالمی شخصیت ڈاکٹر عطاء اللہ صدیقی (لیسٹر، برطانیہ) کی آمد ہوئی اور شعبہ کے صدر، اساتذہ اور اسکالرس وطلباء کے ساتھ بین مذہبی مذاکرات کے موضوع پر مختلف اہم پہلوؤں پر مہمان نے تبادلۂ خیال فرمایا۔

☆ مورخہ 20/مئی 2016ء کو شعبہ میں ہنری مارٹن انسٹیٹیوٹ سے ایک وفد کی آمد ہوئی جس میں ملک کے مختلف صوبوں چھتیس گڑھ، گوا، مہاراشٹرا اور کیرالہ وغیرہ سے تعلق رکھنے والے سترہ طلبہ شریک تھے، جن کا تعلق مختلف مذاہب سے تھا، شعبہ کے اساتذہ نے بین مذہبی افہام وتفہیم کی ضرورت اور رواداری کی اہمیت پر گفتگو کی۔

مجلّہ اسلامی مطالعات کی رسم اجراء:

28/اپریل 2016ء کو ایم اے سال آخر کے طلبہ کے اعزاز میں الوداعیہ تقریب کا اہتمام کیا گیا، جس کی صدارت مانو کے شیخ الجامعہ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز صاحب نے فرمائی۔ مختلف پہلوؤں سے نمایاں کارکردگی پر ممتاز طلبہ کے درمیان شیخ الجامعہ کے ہاتھوں انعامات کی تقسیم عمل میں آئی، اور ایم اے سال اول کے طلبہ نے سال آخر کے طلبہ کو یادگاری مومنٹوز بھی پیش کئے، نیز طلبہ شعبہ کی جانب سے شیخ الجامعہ کی خدمت میں سپاس نامہ بھی پیش کیا گیا، شعبہ کے ریسرچ اسکالرس نے اس موقع پر ''مجلّہ اسلامی مطالعات'' تیار کیا تھا جو ہر سال طلبائے ریسرچ کی تخلیقی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہوگا۔ 87 صفحات پر مشتمل اس کے پہلے شمارہ کی رسم اجراء اس تقریب میں عزت مآب شیخ الجامعہ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

اورینٹیشن پروگرام:

شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں نئے تعلیمی سال کے آغاز پر نئے طلبہ کو شعبہ کے نصاب ونظام اور سرگرمیوں سے متعارف کرانے کے لئے 2/اگست 2016ء کو ایک روزہ اورینٹیشن پروگرام منعقد کیا گیا، جس میں اساتذہ شعبہ نے شعبہ اسلامک اسٹڈیز مانو کے نصاب، نظام تدریس، داخلی امتحانات اور اسلامک اسٹڈیز کی اہمیت پر طلبہ کو خطاب کیا۔ پروگرام کے مہمان خصوصی اسکول برائے فنون وسماجی علوم کے ڈین پروفیسر ایس ایم رحمت اللہ تھے۔

استقبالیہ تقریب:

یکم ستمبر 2016ء کو شعبۂ اسلامک اسٹڈیز مانو میں ایم اے کے جدید طلبہ کے لئے ایم اے سال دوم کے طلبہ کی جانب سے ایک استقبالیہ تقریب اور ثقافتی پروگرام کا انعقاد ہوا، اس تقریب کی خاص بات یہ رہی کہ اس میں نئے طلبہ نے مختلف میدانوں میں اپنی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ بھی کیا، تقریر، مقالہ نگاری، نظم، فن خطاطی اور ڈرامہ جیسے ثقافتی نوعیت کے پروگرام پیش کئے گئے۔

اسلامی مطالعات فورم کے متنوع پروگرام:

اسلامی مطالعات فورم شعبہ اسلامک اسٹڈیز کا ایک نہایت نمایاں اور فعال اسٹیج ہے۔ یہ فورم طلبہ کی فکری وثقافتی تربیت کے لئے مسلسل پابند اور فعال ہے، اس کے زیر اہتمام مختلف موضوعات پر ہمہ جہتی نوعیت کے 32 پروگرام اب تک منعقد ہو چکے ہیں، چند حالیہ پروگرام مندرجہ ذیل ہیں:

مورخہ 3/مارچ 2016ء کو صدر شعبہ ڈاکٹر محمد فہیم اختر نے ''استنبول کے تاریخی مقامات'' کے عنوان سے اپنا سفرنامہ پیش فرمایا۔ طلبہ ایم اے سال اول کی جانب سے 24/مارچ 2016ء کو ''تعارف اسلام'' کے عنوان سے انگریزی میں تقریری پروگرام منعقد ہوا۔ مورخہ 31/مارچ 2016ء کو طلبہ کے درمیان ''صرف ایک منٹ'' کا مقابلہ منعقد ہوا۔ اور ''تعلیمی اور انتظامی ترقی'' کے موضوع پر 7/اپریل 2016ء کو شعبہ کے اساتذہ اور طلبہ کے درمیان ایک مباحثہ کا انعقاد عمل میں آیا۔ ڈاکٹر عبدالمجید قدیر خواجہ (اسسٹنٹ پروفیسر، ڈی ڈی ای) نے ''تحقیق میں ٹرانسلٹریشن کا استعمال'' کے عنوان سے 13/اپریل 2016ء کو طلبہ سے خطاب فرمایا۔ 4/اگست 2016ء کو طلبہ کے درمیان ''قدیم نظام تعلیم اور جدید نظام تعلیم۔ منفی اور مثبت پہلو'' کے عنوان پر ایک علمی مباحثہ منعقد ہوا۔ ''اعلی تعلیم میں تدریس کی منصوبہ بندی'' کے عنوان پر 11/اگست 2016ء کو پروفیسر صدیقی محمد محمود (صدر شعبہ تعلیم وتربیت، مانو) نے قیمتی لکچر پیش کیا۔ 18/اگست 2016ء کو فورم کے زیر اہتمام طلبہ شعبہ کی جانب سے ''یوم آزادی'' کے عنوان سے انگریزی زبان میں تقریری پروگرام کا انعقاد عمل میں آیا۔ ڈاکٹر دانش معین (اسوسئیٹ پروفیسر شعبہ تاریخ، مانو) نے 25/اگست 2016ء کو شعبہ میں ''عہد سلطنت اور عہد مغلیہ - تاریخ نگاری کے حوالہ سے'' کے عنوان سے خطاب کیا۔ اور یکم ستمبر 2016ء کو ''سماجی علوم میں تحقیق'' کے موضوع پر پروفیسر محمد شاہد (کنٹرولر امتحانات و پروفیسر شعبہ سماجی کام) نے لکچر پیش فرمایا۔

☆☆☆

ہماری دانش گاہیں

ہندوستان میں اسلامیات کے ادارے

صالح امین، پی ایچ ڈی

ہندوستان میں اسلامیات کے متعدد ادارے قائم ہیں ان میں سے بعض کا تعارف گزشتہ شمارے میں دیا گیا تھا، مزید چند اداروں کا تعارف ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

JUSTICE BASHEER AHMED SAYEED CENTRE FOR ISLAMIC STUDIES: جسٹس بشیر احمد مرکز برائے اسلامی مطالعات کا قیام مدراس یونیورسٹی میں جنوبی ہند ٹرسٹ کے ایک عطیہ کے ذریعہ ہوا، جس کی ابتدا عظیم مفکر مرحوم جسٹس بشیر احمد سعید نے کیا۔ 2002 میں باقاعدہ وجود میں آیا۔ یہاں پر PG میں علوم القرآن، علوم الحدیث، فقہ، تاریخ، اسلامی افکار ونظریات، جنس اور تحریک استشراق کی تعلیم ہوتی ہے۔ یہاں پر PG اور M.Phil کی تعلیم دی جاتی ہے۔

B.S. ABDUR RAHMAN UNIVERSITY, CHENNAI: اس یونیورسٹی میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں سیٹیفکٹ، ڈپلوما، ڈگری، یو جی، پی جی، اور ریسرچ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں پر یو جی اور پی جی کی سطح پر ایسے پروگرام پر زیادہ زور دیا جاتا ہے جو انسانیت کی عمومی اصلاح کے ساتھ دینی اور مذہبی اصلاح کے بھی حامل ہوں، جن میں قرآنیات، احادیث رسول اللہ ﷺ، اسلامی فقہ، اسلامی فائننس، اسلامی تہذیب وثقافت کی تاریخ، فلسفہ، تقابل ادیان اور کمپیوٹر اپلیکیشنز وغیرہ خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ مزید یہ کہ عربی زبان سے رشتہ جوڑنے اور اس کو جاننے اور سمجھنے کے لئے Arabic for Non Arabs پڑھایا جاتا ہے۔ یہاں ذریعہ تعلیم عربی اور انگریزی دونوں ہے۔

UNIVERSITY OF KERALA: کیرالہ یونیورسٹی کا شعبہ اسلامک اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز مطالعہ اسلامیات کے حوالہ سے جنوبی ہند میں بہت اہم شعبہ ہے۔ یہ شعبہ یونیورسٹی کے قدیم ترین شعبوں میں سے ہے۔ یہاں پر ایم اے اور پی ایچ ڈی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

CALICUT UNIVERSITY: کالی کٹ یونیورسٹی کا شعبہ اسلامک اسٹڈیز اینڈ رسرچ 1988 میں قائم کیا گیا۔ یہاں پر بی اے اور ایم اے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

☆☆☆

شعبہ سے رابطہ کے لئے پتہ

شعبہ اسلامک اسٹڈیز، اسکول برائے فنون وسماجی علوم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، گچی باؤلی، حیدرآباد 500032

فون نمبر: 040-23008364

ای میل: doismanuu@gmail.com

ویب سائٹ: www.manuu.ac.in